ڈاکٹر رخسانہ بلوچ

استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

لفظیاتِ اقبال

Dr. Rukhsana Baloch

Assistant Professor, Department of Urdu, GC Women University, Faisalabad.

Vocabulary of Iqbal's Poetry

If review is conducted on the research and criticism done on the words and vocabulary used by Iqbal, then it seems apparent that it is fermentation of Arab, Ajmi and Hindu Islamic civilization. However, the influence of Arabic and Islamic civilization prevails. If we study the core of the words used by Iqbal in his works, then we can trace the true meaning behind them. When Iqbal embraces a word, he makes it, and its several possible meanings, part of the text. The function of verb in any poets writing reflects the connection between the word and the poets' life. This is also seen in the case of Iqbal who uses these functions frequently. Iqal uses more than one verb in his verses with multiple figurative meanings. The use of figurative language is also an interesting aspect of Iqbal's writing. Moreover, Iqbal explores the spiritual meaning of the words. In this article, special attention will be given to Iqbal's use of words and their multiple figurative meanings.

Keywords: *Iqbal, vocabulary, spiritually, lala and gul, lala and desert, relationships, women, bride, literal, proportions.*

اس مضمون کا محرک شمس الرحمن فاروقی کا ایک مضمون "اقبال کا لفظیاتی نظام" ہے جو "اقبالیات کے سو سال" اور گوپی چند نارنگ کی مرتبہ کتاب "اقبال کا فن" ہے۔[1] محمد ہادی حسین نے "مغربی شعریات" میں جن مضامین کا ترجمہ کیا، ان میں دو مضمون بہت اہم ہیں، پہلا شاعری اور شاعرانہ زبان Preface to the Lyrical Ballads by William Wordsworth)) اور دوسرا شاعری اور زبان(Qu est-cc Quc la

(Litterature by Jean-paul Sartre)ہیں۔[۲] ہادی حسین نے اپنی ایک اور کتاب "زبان اور شاعری" میں بھی زبان اور شاعری کے باہمی تعلق کے سلسلے میں دلچسپ بحث کی ہے۔[۳]

شاعرانہ زبان کیا ہے؟ کیا شاعری کی زبان عام زبان سے مختلف ہے؟ اس طرح کے کئی سوالات اگرچہ اپنی جگہ اہم ہیں لیکن اس زبان میں لفظوں کی ترتیب اور ان کے معنوی انسلاکات ایک اہم موضوع ہے۔ رومن جیکب سن کے مطابق "شاعری کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الفاظ کو الفاظ کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ کسی معروض کے بدل کی حیثیت سے نہیں۔ شاعری میں الفاظ ان کی ترتیب اور ان کی ہیئت جذبے کے اظہار کی حیثیت سے اپنی قدر و قیمت حاصل نہیں کرتے بلکہ اہم یہ ہے کہ شاعری کا رویہ الفاظ کے ساتھ کیسا ہے؟" ساختیاتی ماہرین کے خیال میں لفظ کے صرف ایک معنی نہیں ہوتے بلکہ الفاظ کی بہت سی پیچیدہ جہتیں ہوتی ہیں۔ الفاظ کی ان جہتوں کا شاعرانہ استعمال انہیں اور بھی پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ شاعری الفاظ سے معنی کو جدا نہیں کرتی بلکہ معنی کو حیرت ناک حد تک ضرب دے دیتی ہے۔ جب لفظ کسی ایسے معنی سے جس کے ہم عادی ہو چکے ہیں۔ جدا کر دیا جاتا ہے تو لفظ کی یہ آزادی اسے اور دوسرے حوالوں سے جوڑ دیتی ہے۔ اس طرح کے استعمال سے ابہام شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت بن جاتا ہے۔ قافیے، آہنگ اور بحریں معانی کی وسعت کی مزید بڑھا دیتی ہے۔

لفظیات پر گفتگو کرتے ہوئے مجھے مغربی ماہر لسانیات جی۔ این۔ لیچ G.N.Leech کی بات یاد آرہی ہے۔ جس نے کہا تھا۔

> "Literature is the creative use of language, and this, in the context of general linguistic description, can be equated with the use of unorthodox or deviant form of language." (4)

ترجمہ: (ادب زبان کے تخلیقی استعمال کا نام ہے جو عمومی لسانی بیان کے حوالے سے زبان کی گوناگوں اور غیر روایتی شکلوں کے ساتھ مساویانہ طرز پر رکھا جاسکتا ہے۔)

جب بھی شاعر کلیدی لفظ کو اپنی شاعری میں استعمال کرتا ہے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہے (۱) خیال (۲) مشاہدہ (۳) علامت۔ ان تین صورتوں میں شاعر جس درجے میں کلیدی لفظ کو استعمال کرے گا، وہی اس کی بلند ترین سطح ہوگی۔ اقبال کے ہاں تیسرے اور آخری درجے میں کلیدی لفظ کا زیادہ شاندار استعمال "بال جبریل" میں ہوا ہے۔ بعض اوقات شاعر کلیدی لفظ کو مختلف مرادی معنی میں استعمال کرتا ہے۔ اقبال کے ہاں بھی وہی "اک پھول کا مضموں ہو تو سو ڈھنگ سے باندھوں والا سماں ہے۔

اقبالؔ کے بعض کلیدی الفاظ حسب ذیل ہیں:

بو، تجلّی، حسن، خورشید، خون، دل، شاہین، شعلہ، شمع، عشق، عقل، گل، لالہ، مستور، وغیرہ

اقبال کے کلیدی الفاظ کی تعداد کا جائزہ بھی ایک دلچسپ تجربہ ہے۔ مثلاً لالہ کے لفظ کو دیکھیں:

بانگ درا	۲۲ بار
بال جبریل	۲۱ بار
ضرب کلیم	۸ بار
ارمغان حجاز	۳ بار

بانگ درا کی پہلی تینتیس نظموں میں لالہ کا ذکر نہیں۔ پہلی بار ہم "تصویر درد" میں اس لفظ سے آشنا ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ شاعر کے کلیدی الفاظ اس کے کلام کے ارتقا سے مشروط ہیں۔ وہ شاعرنہ خیال اور تجربے کی منزلوں سے گذر کر جب علامت کے دائرے میں داخل ہوتا ہے تو وہ کلیدی لفظ کو اس کی معراج تک پہنچاتا ہے۔ اقبال لالہ کے لفظ کو پہلے سوز دروں، پھر داغ عشق اور آخر میں اسلام کو جب اس کے علامتی پیرائے میں ڈھال دیتے ہیں تو یہ لفظ اوج کمال کا نمونہ بن جاتا ہے۔ یہ علامتی اور استعاراتی نظام اقبال کسی کلیدی لفظ کے ذریعے درجہ بہ درجہ قائم کرتے ہیں۔ جس نظم میں اقبال اس لفظ کو علامتی، استعاراتی، تاریخ شعور اور روایتی مفاہیم میں مختلف مرادی معنوں میں استعمال کرتے ہیں وہ آٹھ شعروں کی نظم "لالۂ صحرا" ہے۔ جہاں یہ لفظ عالمِ اسلام، مردِ مومن، اس کی قوتِ نمو، انسان اور اس کا جذبۂ عمل کی علامتوں میں ڈھل جاتا ہے۔

اس تناظر میں اگر لفظیات اقبال کا ایک تفصیلی چارٹ مرتب کیا جائے تو کئی دلچسپ نتائج سامنے آئیں گے۔ مثلاً:

بزم	۵۱ بار
بو	۲۴۸ بار
خورشید	۴۱ بار
خون	۱۰ بار
دل	۵۸۰ بار
رزم	۱۵ بار
شاہین	۷ بار
شعلہ	۱۵ بار
شمع	۶۷ بار

صبح	۶۸بار
عشق	۲۰۶بار
عقل	۵۸بار
گل	۵۲بار
دل	۲۴بار

اقبال کلیدی الفاظ کو کبھی مفرد شکل میں پیش کرتے ہیں تو کبھی مرکب۔ تراکیب سازی میں بھی وہ کلیدی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک ہی لفظ کے لیے مرادی معنی کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔

اقبال کے ہاں لفظ کا زیادہ یا کم استعمال بھی ایک دلچسپ صورتحال پیش کرتا ہے، اقبال کی شاعری کا رجحان رزم کی طرف ہے لیکن ان کی شاعری میں رزم سے زیادہ بزم کا لفظ ملتا ہے۔

اقبال کی لفظیات کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ لفظ کو اس قریبی معنی میں تو استعمال کرتے ہی ہیں، وہ اس کے دور کے معنی بھی شعر میں اس خوبصورتی سے استعمال کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ کے متعلقات کو شعر میں اس طرح کھپا دیتے ہیں کہ پہلی نظر میں اس کا اندازہ نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اقبال لفظ مستور کو چھپے ہوئے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، مستور کے ایک معنی عورت کے بھی ہیں، اب جہاں اقبال لفظ مستور استعمال کرتے ہیں، وہاں عورت کے متعلقات بھی شعر میں لے آتے ہیں، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سو زبانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے
راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے

دید تیری آنکھ کو اُس حُسن کی منظور ہے
بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

رُتبہ تیرا ہے بڑا ، شان بڑی ہے تیری
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری

جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور
سُوئے میدان وغا ، حُبِّ وطن سے مجبور

لباسِ نور میں مستور ہوں میں
پتنگوں کے جہاں کا طُور ہوں میں

شمع اک شعلہ ہے لیکن تُو سراپا نور ہے
آہ! اس محفل میں یہ عُریاں ہے تُو مستور ہے

عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو

پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ
یعنی اپنی مےَ کو رُسوا صُورتِ مِینا نہ کر

ہر نفَس اقبالؔ تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے

مُسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام
رُوئے اُمید آنکھ سے مستور ہو گیا

زندگی کا شُعلہ اس دانے میں جو مستور ہے
خود نُمائی ، خودفزائی کے لیے مجبور ہے

چشمِ عالم سے تو ہستی رہی مستور تری
اور عالم کو تری آنکھ نے عُریاں دیکھا

کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لَے تیری
تُو نغمۂ رنگیں ہے ، ہر گوش پہ عُریاں ہو

وہ اپنے حُسن کی مستی سے ہیں مجبورِ پیدائی
مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسبابِ مستوری

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہُو سرد

وہ شاعری جو فصاحت کے زیرِ اثر تخلیق ہو اُسے ہم زبان کی شاعری کہتے ہیں۔یعنی روز مرہ اور محاورے کا بر محل استعمال اس شاعری کا وظیفہ خاص ہے۔چونکہ روز مرہ اور محاورے کی مولودی نسبت بھی لفظ ہی کے قبیلے سے منسوب ہے اس لیے یہاں عام لفظوں کو بھی اُن کی پوری صحت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔زبان کی شاعری کا ایک

الگ لطف اور حُسن ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کے لطف اور حُسن سے ہمارا دل بھی اُسی حد تک متاثر ہو جس حد تک ہماری قوتِ سامعہ متاثر ہوتی ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ اُس کا صوتی پیکر جدلیاتی پیکر بھی خلق کرنے پر قادر ہو۔ اس اعتبار سے یہ کہا جانا درست معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کی شاعری معنی کے وفور سے عام طور پر عاری ہوتی ہے۔ شاعری میں کثرتِ معنی کی غیر موجودگی کا تعلق جدلیاتی الفاظ کی معدومیت سے ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ جو شاعری بلاغت کے زیرِ اثر تخلیق کی جاتی ہے، اُس میں جدلیاتی الفاظ (تشبیہ، استعارہ، کنایہ ، علامت) کا ایک مکمل اور مربوط نظام موجود ہوتا ہے۔ اور جسے ہم شعریات کی رو سے شاعری کی زبان کہتے ہیں۔ شاعری کی یہی زبان اقبال کی شاعری کا خاصا ہے اور لطف یہ کہ اقبال کی شاعری میں شاعری کی زبان میں زبان کی شاعری کا بھی لطف ملتا ہے۔ اس طرز کا کلام ہمیں اردو شاعری میں چار شاعروں میں نمایاں ملتا ہے، میر ، غالب ،انیس اور اقبال جن کے ہاں لفظی تناسبات، ان کے دروبست کا نظام، رعائتیں اور مناسبتوں کا ایک مربوط نظام ہے۔

دوسرا اہم لفظ جو ہمیں اقبال کی شاعری میں ملتا ہے وہ عروس ہے، ذرا اس کے متعلقات ملاحظہ فرمائیں:

ہو دُرِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تو
جس پہ سیمائے اُفق نازاں ہو وہ زیور ہے تو

چرخ نے بالی چُرا لی ہے عروسِ شام کی
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی

(مچھلی ایک زیور کا بھی نام ہے)

عروسِ شب کی زُلفیں تھیں ابھی نا آشنا خَم سے
ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذّتِ رم سے

محمل میں خامشی کے لیلائے ظُلمت آئی
چمکے عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے

خُفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رُود بار
ہوتے ہیں آخر عروسِ زندگی سے ہم کنار

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حِنا کی عروسِ زمینِ شام

حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خُونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے

عروسِ لالہ! مُناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب
کہ مَیں نسیمِ سحَر کے سوا کچھ اور نہیں

سفر عروسِ قمر کا عماریِ شب میں
طلوعِ مہر و سکُوتِ سپہرِ مینائی!

اور آخر میں ایک دلچسپ بات، اقبال کا ایک شعر ہے:

ہند کے شاعر و صُورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار![۶]

لفظیات اقبال ایک ایسا موضوع ہے جس پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔ بڑے شاعر کا شعور ہی نہیں اس کا لاشعور بھی لفظی تناسبات سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اقبالیات کے سو سال: منتخب مضامین، (مرتبین: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۲ء، ص ۲۳۵ (گوپی چند نارنگ، اقبال کا فن، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۳ء، ص ۱۸۵)

۲۔ محمد ہادی حسین، مغربی شعریات، لاہور: مجلس ترقی ادب، مارچ ۱۹۶۸ء، ص ۴۳

۳۔ محمد ہادی حسین، زبان اور شاعری، لاہور: مجلس ترقی ادب، فروری ۱۹۷۴ء، ص ۱ تا ۱۰۱

4. Leech, G. Semantics: the study of meaning. Second Edition. Harmondsworth: Penguin Books, P.23

۵۔ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال: اردو، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۹۰ء، ص ۱ تا ۲۲۷

References in Roman Script:

1. Iqbaliat K So Sal: Muntakhib Mazameen, (Muratbeen: Dr, Rafee ud Din Hashmi, Muhammad Sohail Umar, Dr. Waheed Ishrat), Islamabad: Academy Adbiyat Pakistan,

2002, Page 235, (Gopi Chand Narang, Iqbal ka Fan, Dehli: Educational Publishing House, 1983, Page 185)
2. Muhammad Hadi Hussain, Magrabi Sheriyat, Lahore, Majlis e Taraqi Adab, March 1968, Page 43.
3. Muhammad Hadi Hussain, Magrabi Sheriyat, Lahore, Majlis e Taraqi Adab, February 1974, Page 1-101
4. Leech, G. Semantics: the study of meaning. Second Edition. Harmondsworth: Penguin Books, P.23
5. Allama Muhammad Iqbal, Kuliyat Iqbal, Urdu, Lahore, Iqbal Academy, 1990, Page 1-722